مالیاتی اداروں میں مروجہ مرابحہ
(شرعی و تحقیقی جائزہ)

حافظ محمد معاذ *

یہ بات تو معلوم ومشہور ہے کہ مالیاتی اداروں (۱) کے لئے سود سے بچنے اور سرمایہ کاری کی بنیاد پر جائز اور حلال نفع کمانے کے لئے بہترین اور مثالی طریقہ کار شرکت (۲) اور مضاربت (۳) کے اسلامی اصولوں کو اپنانا ہے، گویا کہ اسلامی معاشرے میں سرمایہ کاری کی اصل بنیاد شرکت و مضاربت ہونی چاہیئے اور جہاں کہیں شرکت و مضاربت ممکن نہ ہو تو پھر مرابحہ (۴) یا کسی دوسری تجارتی سرگرمی کی بنیاد پر بھی سرمایہ کاری کی جا سکتی ہے، لیکن یہ بات بھی واضح ہے کہ عملی طور پر شرکت اور مضاربت کے اسلامی اصول دور جدید کی تمام سرمایہ کاری کی ضروریات کے لئے موزوں نہیں ہوتے ہیں، کیونکہ بعض صورتوں میں تو یہ طریقے قابل عمل نہیں ہوتے اور بعض اوقات یہ طریقے قابل عمل تو ہوتے لیکن مالیاتی ادارے یا ان کے ساتھ کام کرنے کے خواہشمند کاروباری افراد اپنی ذاتی مجبوریوں کی وجہ سے انہیں استعمال کرنے کے خواہاں نہیں ہوتے، تو اس صورت میں مالیاتی ادارے مرابحہ مؤجلہ یا اس جیسی دوسری تجارتی سرگرمیوں یا کرایہ داری کے طریقوں کو سرمایہ کاری کے طور پر استعمال کرتے ہیں، البتہ عملی طور پر اسلامی مالیاتی اداروں میں زیادہ تر معاملات شرکت اور مضاربت کی بجائے مرابحہ مؤجلہ کی بنیاد پر ہی سرانجام دیئے جا رہے ہیں جس کی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ مرابحہ موجلہ میں عام بیع کی نسبت بدعنوانی کے امکامات کم سے کم ہوتے ہیں کیونکہ اثاثے کی قیمت کچھ ہو، ادارے کا منافع لاگتی قیمت سے جڑا ہوا ہوتا ہے نیز کسی بینچ مارک کا براہ راست استعمال خرید وفروخت کے عام طریقہ کار کی نسبت مرابحہ میں آسان ہے، اس طرح مالیاتی اداروں کی انتظامیہ اور ضابطہ کار (Regulators) اداروں کے لئے مرابحہ میں منافع کی شرح کا ڈھانچہ متعین کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے، بہرحال وجہ کچھ بھی ہو مرابحہ موجلہ کا استعمال بڑی کثرت کے ساتھ بلکہ اسلامی سرمایہ کاری کرنے والے اداروں میں سرمایہ کاری کے تمام طریقوں میں شاید سب سے زیادہ ہو رہا ہے، یہاں تک کہ معاشی حلقوں میں مرابحہ مؤجلہ کی اصطلاح آج کل ایک اسلامی سرمایہ کاری کے طور پر مروج ہے جبکہ مرابحہ کا اصل تصور اس خیال سے مختلف ہے، کیونکہ مرابحہ درحقیقت اسلامی تجارت یعنی خرید وفروخت کی ایک خاص شکل ہے، جس طرح خرید وفروخت کی بقیہ

---

* خطیب/ ریسرچ آفیسر شعبہ مساجد، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

صورتیں اپنی اصل کے اعتبار سے سرمایہ کاری کے لئے وضع نہیں کی گئی ہیں اسی طرح مرابحہ بھی اپنی اصل کے اعتبار سے طریقہ تمویل نہیں ہے لیکن اگر اس کو تمویل کے طور پر استعمال کیا جائے جیسے کہ کیا جا رہا ہے تو اس صورت میں اس سے حاصل ہونے والے منافع کا اسلامی اعتبار سے حلال ہونا بعض ایسی شرائط پر موقوف ہے جن کا پورا پورا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ ان شرائط میں سب سے اہم اور بنیادی شرط حقیقی یا حکمی (۵) طور پر قبضہ کرنا ہے جو اس مرابحہ مؤجلہ کو سودی معاملہ سے ممتاز کرتی ہے، یہاں تک کہ قبضہ کی اسی شرط کی اہمیت کے پیش نظر بعض جائز صورتوں کو بھی اپنانے سے گریز کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے تاکہ ان کے اپنانے کی صورت میں کہیں قبضہ کی حیثیت میں فرق نہ آجائے۔ گویا کہ مرابحہ مؤجلہ کے بطور تمویل استعمال کرنے کی صورت میں قبضہ کو سب سے اہم ترین شرط قرار دیا جا سکتا ہے چنانچہ زیر نظر تحریر میں مرابحہ کے تمام ضروری پہلوؤں سے اختصار کے ساتھ بحث کرتے ہوئے اسلامی مالیاتی اداروں میں مرابحہ موجلہ کو بطور تمویل اپنانے کی صورت میں قبضہ کی اہمیت کا جائزہ لیا جائے گا۔

بیع مرابحہ کا مفہوم:

بیع مرابحہ بنیادی طور پر ایک بیع ہے لیکن فقہی اعتبار سے یہ بیع کی ان اقسام میں سے ایک قسم ہے، جس کا تعلق خرید وفروخت میں سامان کے مقابلے میں ذکر کردہ ثمن کے ساتھ ہوتا ہے، چنانچہ مشہور حنفی فقیہ علامہ مرغینانی مرابحہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"المرابحة نقل ما ملكه بالعقد الاول بالثمن الاول مع زيادة ربح"(٦)

''عقد اول کے ذریعے ملکیت میں آنے والی چیز کو ثمن اول پر نفع کی زیادتی کے ساتھ آگے بیچنا مرابحہ کہلاتا ہے۔''

مذکورہ تعریف سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مرابحہ اپنی اصل شکل میں ایک سادہ بیع ہے اور وہ واحد خصوصیت جو اسے باقی بیوع کی اقسام سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ مرابحہ میں بائع صراحتاً خریدار کو یہ بتاتا ہے اسے اس چیز کے حصول پر کتنی لاگت آئی ہے اور اس لاگت پر وہ کتنا نفع لینا چاہتا ہے، اگر کوئی شخص کوئی چیز ایک متعین قیمت پر نفع کے ساتھ ہی فروخت کرتا ہے لیکن اس میں اصل لاگت کا کوئی ذکر نہیں ہے تو یہ بیع مرابحہ نہیں ہے اگرچہ وہ اپنی لاگت پر نفع بھی کمائے، اس لیے کہ اس صورت میں یہ بیع ثمن اول کے تذکرہ اور اس کی بنیاد پر کچھ زائد شامل کرنے کے تصور پر مبنی نہیں ہے، چنانچہ اس صورت میں یہ بیع مساومہ کہلاتی ہے۔ گویا کہ بیع کے کسی معاملے کو فقہی اعتبار سے بیع مرابحہ کہنے کیلئے صرف اتنا کافی نہیں ہے کہ اس بیع میں بائع نفع کے ساتھ کوئی چیز بیچ رہا ہو جیسے کہ مرابحہ کے لفظ سے ظاہری طور پر معلوم ہو رہا ہے، بلکہ بیع مرابحہ ہونے کیلئے ضروری ہے کہ اس بیع میں بائع مبیع کی لاگت صراحتاً بیان کرے اور اس پر کچھ منافع شامل کر کے دوسرے شخص کو بیچے، چنانچہ علامہ ابن جزی بیع مرابحہ کی صورت بیان

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فاما المرابحة فهو ان يعرف صاحب السلعة المشترى بكم اشتراها وياخذ منه ربحا اما على الجملة مثل ان يقول اشتريتها بعشر وتربحنى دينارا أو دينارين واما على التفصيل وهو أن يقول تربحنى درهما لكل دينار أو غير ذلك“(۷)

”مرابحہ کا مطلب یہ ہے کہ سامان کا مالک خریدار کو بتائے کہ اس نے یہ چیز کتنے کی خریدی ہے اور اس قیمت خرید پر وہ اتنا نفع لینا چاہتا ہے، یا تو اجمالی طور پر بتا دے جیسے کہ وہ یوں کہے کہ میں نے یہ چیز دس دینار کے بدلے خریدی ہے اور تم مجھے ایک دینار یا دو دینار نفع کے طور پر دے دو، یا پھر تفصیلی طور پر کہے کہ تم مجھے ہر دینار کے بدلے میں ایک درہم نفع کے طور پر دو۔“

لہٰذا اگر کوئی بائع اپنے خریدار کے ساتھ اس بات پر اتفاق کر لیتا ہے کہ وہ اسے ایک متعین سامان متعین نفع پر دے گا جسے اس سامان کی اصل لاگت پر زائد کیا جائے گا تو اسے بیع مرابحہ کہتے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ مرابحہ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بیچنے والا اس لاگت کو ظاہر کرتا ہے جو اس نے اس سامان کے حصول پر برداشت کی ہے اور اس پر کچھ نفع بھی شامل کر لیتا ہے اور یہ نفع ایک متعین رقم کی شکل میں بھی ہوسکتا ہے اور فیصدی شرح پر بھی مبنی ہوسکتا ہے۔

مرابحہ کی اقسام:

عام بیع کی طرح مرابحہ میں بھی قیمت کی ادائیگی کے اعتبار سے درج ذیل دوقسمیں ہوسکتی ہیں:

۱۔ مرابحہ حالیہ

۲۔ مرابحہ مؤجلہ

مرابحہ حالیہ سے مراد یہ ہے کہ ادائیگی بروقت ہو۔

مرابحہ مؤجلہ سے مراد یہ ہے کہ ادائیگی کیلئے کوئی ایسی مدت مقرر کر لی جائے جس پر فریقین متفق ہوں اور ایسی بیع جس میں فریقین اس بات پر اتفاق کر لیں کہ قیمت کی ادائیگی بعد میں کی جائے گی بیع مؤجل کہلاتی ہے، اس لئے اگر ایسی صورت بیع مرابحہ میں طے کر لی جائے تو یہ بیع مرابحہ مؤجلہ کہلائے گی۔

مرابحہ کی مذکورہ اقسام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مرابحہ لازمی طور پر مؤجل ادائیگی (Deffered Payment) پر دلالت نہیں کرتا جیسا کہ عموماً وہ لوگ خیال کرتے ہیں جو کہ اسلامی فقہ سے زیادہ شناسائی نہیں رکھتے اور انہوں نے بیع مرابحہ کا نام اسلامی بنکنگ اور مالیاتی اداروں میں بطور تمویل کے ہی سنا ہوتا ہے۔

مرابحہ کی صحت کی شرائط:

مرابحہ اگر حالیہ ہے تو اس صورت میں مرابحہ کی درستگی کیلئے ان تمام شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جو عام

بیع کے درست ہونے کیلئے اصولی طور پر ضروری ہوتی ہیں، مثلاً بیچی جانے والی چیز بیع کے وقت موجود ہونی چاہیئے اسی طرح فروخت کی جانے والی چیز بیع کے وقت بائع کی ملکیت میں ہو، مبیع کی قیمت بھی متعین ہو، نیز بیع میں کوئی فاسد شرط نہ لگائی جائے وغیرہ۔

اگر مرابحہ مؤجلہ ہے تو اس صورت میں مذکورہ شرائط کے ساتھ اضافی طور پر ان شرائط کا پایا جانا بھی ضروری ہے جو ادھار بیع کی صحت کیلئے ضروری ہوتی ہیں، مثلا ادائیگی کی تاریخ غیر مبہم طور پر طے کر لی گئی ہو اور اگر قیمت نقد سے زائد لینا مقصود ہو تو عقد کے وقت ہی اس کی تعیین کر لی گئی ہو وغیرہ، لیکن یہ تمام امور ایسے ہیں جو نفس بیع یعنی ہر قسم کی ادھار بیع کیلئے ضروری ہیں اور مرابحہ کے ساتھ ان کا کوئی خصوصی تعلق نہیں ہے، البتہ بعض شرائط ایسی بھی ہیں جن کا خاص طور پر بیع مرابحہ کے ساتھ تعلق ہے اور بیع کی دیگر اقسام کے ساتھ ان شرائط کا تعلق نہیں ہے، چنانچہ ذیل میں بیع مرابحہ کے ساتھ مخصوص چند ضروری شرائط کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

i۔ ثمن اول کا معلوم ہونا

بیع مرابحہ کے صحیح ہونے کیلئے ضروری ہے کہ دوسرے خریدار کو ثمن اول معلوم ہو، اس لئے کہ یہ ایسی بیع ہے جس کی بنیاد ثمن اول پر ہے، لہٰذا اگر بائع نے مشتری کو ثمن اول نہ بتایا تو پھر بیع فاسد ہوگی، چنانچہ اس شرط کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ کاسانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فمن شرائط المرابحة وهو أن يكون الثمن الاول معلوما للمشترى الثانى لان المرابحة بيع بالثمن الاول مع زيادة ربح ---فان لم يكن معلوما له فالبيع فاسد الى أن يعلم فى المجلس فيختار ان شاء فيجوز أو يترك فيبطل "(۸)

''مرابحہ کی شرائط میں سے یہ ہے کہ سابقہ بیع کی قیمت کا دوسرے خریدار کو علم ہو اس لیے کہ بیع مرابحہ سابقہ قیمت پر اضافی نفع کے ساتھ بیع ہے---اگر اسے سابقہ قیمت معلوم نہ ہو تو بیع فاسد ہوگی یہاں تک کہ اسی مجلس میں اس کو یہ قیمت معلوم ہو جائے اور اگر اسے سابقہ قیمت اس مجلس میں معلوم ہو جاتی ہے تو پھر اسے اختیار ہوگا وہ چاہے تو اس کی اجازت دے دے اور اگر چاہے تو اس کو چھوڑ دے جس کی بنا پر وہ بیع باطل ہو جائے گی۔''

البتہ اس سلسلے میں یہ بات پیش نظر رہے کہ ثمن اول سے مراد صرف وہی رقم نہیں ہے جو بائع نے خریدتے وقت ادا کی ہو، بلکہ اس مبیع کو حاصل کرنے کے لیے بائع کو جتنا خرچ کرنا پڑا ہے وہ سب اس مبیع کی لاگت میں شامل ہوگا، لیکن کاروبار کے وہ خرچے جو ایک ہی مرتبہ چیز حاصل کرنے پر نہیں ہوتے بلکہ بار بار ہوتے رہتے ہیں جیسے ملازمین کی تنخواہیں، عمارت کا کرایہ وغیرہ انہیں انفرادی معاملے میں لاگت میں شامل

نہیں کیا جاسکتا، البتہ اصل لاگت پر جو نفع متعین کیا جائے گا اس میں ان خرچوں کا بھی لحاظ رکھا جا سکتا ہے، چنانچہ علامہ مرغینانی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"(یجوز أن یضیف الی رأس المال أجرة القصار والطراز والصبغ والفتل وأجرة حمل الطعام) لأن العرف جار بالحاق هذه الأشیاء برأس المال فی عادة التجار، ولأن كل ما یزید فی المبیع أو فی قیمته یلحق به هذا هو الأصل، وما عددناه بهذه الصفة لأن الصبغ وأخواته یزید في العين والحمل یزید في القيمة اذ القيمة تختلف باختلاف المكان (ویقول قام علي بكذا ولم يقل اشتريته بكذا) كي لا يكون كاذباً وسوق الغنم بمنزلة الحمل، بخلاف أجرة الراعي وكراء بيت الحفظ لأنه لا يزيد في العين والمعنى، وبخلاف أجرة التعليم لأن ثبوت الزيادة لمعنى فيه وهو حذاقته"(۹)

''راس المال میں دھوبی کی، نقش ونگار بنانے والے کی، رنگ کرنے والی کی، رسی باٹنے کی اور اناج ڈھونے کی اجرتوں کا ملانا جائز ہے کیونکہ تاجروں کی عادت میں ان چیزوں کو راس المال کے ساتھ ملانے کا عرف جاری ہے اوراسی لیے ہر وہ چیز جو کہ بیع میں یا اس کی قیمت میں اضافہ کرے اس کو راس المال کے ساتھ لاحق کیا جائے گا یہی اصل ہے، اور جن چیزوں کو ہم نے شمار کیا وہ اسی صفت کی ہیں کیونکہ رنگ اوراس کے مانند چیزیں عین شئی میں اضافہ کرتی ہیں اور باربرداری قیمت میں اضافہ کرتی ہے کیونکہ جگہ کے بدلنے سے قیمت بدل جاتی ہے، بائع یوں کہے کہ یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی ہے اور یہ نہ کہے کہ میں نے اس کو اتنے میں خریدا ہے تاکہ جھوٹا نہ ہو اور بکریوں کا ہانکنا اناج لادنے کے مرتبہ میں ہے بخلاف چرواہے کی اجرت اور گودام کے کرایہ کے، کیونکہ اس سے نہ تو مبیع کے عین میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی قیمت میں زیادتی ہوتی ہے، بخلاف تعلیم کی اجرت کے، کیونکہ زیادتی کا ثبوت ایسے معنی کی وجہ سے ہے جو خود مبیع میں ہے اور وہ اس کی ذکاوت ہے۔''

اسی طرح علامہ سرخسی ادھار خرید کر مرابحہ کے طور پر آگے بیچنے کی صورت میں احتیاطی پہلو کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اذا اشتری شیئابنسیئة فلیس له أن یبیعه مرابحة حتی یبین أنه اشتراه بنسیئة لأن بیع المرابحة بیع أمانة تنفی عنه كل تهمة وخیانة ویتحرز فیه من كل كذب وفی معاریض

الکلام شبهة فلا یجوز استعمالها فی بیع المرابحة ثم الانسان فی العادة یشتری الشیء بالنسیئة بأکثر مما یشتری بالنقد فاذا أطلق الاخبار بالشراء فانما یفهم السامع من الشراء بالنقد فکان من هذا الوجه کالمخبر بأکثر مما اشتری به"۔(۱۰)

''جب کسی نے کوئی چیز ادھار خریدی ہو تو اس کے لیے اس چیز کو مرابحہ کے طور پر اس وقت نہیں بیچنا جائز نہیں جب تک کہ وہ یہ بیان نہ کر دے کہ اس نے اس چیز کو ادھار خریدا ہے، اس لیے کہ مرابحہ کی بیع ایک امانت والی بیع ہے جس سے تہمت اور خیانت کا دور ہونا ضروری ہے اور اس میں ہر قسم کے جھوٹ سے بچنا بھی ضروری ہے اور کلام کے پیش نظر بعض اوقات شبہ آ جاتا ہے۔لہٰذا بیع مرابحہ میں اس کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔ پھر عام طور پر انسان کی عادت یہ ہے کہ وہ کسی چیز کو ادھار کی صورت میں نقد والی قیمت سے زیادہ میں خریدتا ہے، چنانچہ جب وہ خریداری کی خبر کو مطلق رکھے گا تو خریداری کے لفظ کو سننے والا اس سے نقد ہی سمجھے گا لہٰذا اس طریقے سے بتلانا ایسے ہی ہو گا جیسے کہ وہ شخص ہے جو اپنی خرید کردہ قیمت سے زیادہ بتلا رہا ہے۔''

مذکورہ عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مرابحہ اسی صورت میں صحیح ہوگا جب کہ چیز کی پوری لاگت متعین کی جا سکتی ہو اور اگر کسی چیز کی پوری لاگت متعین نہ کی جا سکتی ہو تو اسے مرابحہ کے طور پر نہیں بیچا جا سکتا، اس صورت میں وہ چیز مساومہ کی بنیاد پر ہی بیچی جا سکتی ہے، یعنی اس صورت میں قیمت باہمی رضامندی سے ایک متعین مقدار میں طے کی جائے گی، مثال کے طور پر خالد ایک کتاب سو روپے میں خرید کر اسے دس فیصد نفع پر مرابحہ کے طور پر بیچنا چاہتا ہے تو اس صورت میں چونکہ اصل لاگت پورے طور پر معلوم ہے اس لئے بیع مرابحہ درست ہے، اسی طرح اگر خالد نے ایک ہی معاملہ میں سوٹ اور جوتے پانچ سو روپے میں خریدے اب وہ سوٹ اور جوتے دونوں کو ملا کر مرابحہ کے طور پر بیچ سکتا ہے لیکن اکیلے سوٹ یا اکیلے جوتوں کو مرابحہ کے طور پر بیچ نہیں سکتا، اس لئے کہ اس صورت میں صرف ایک ہی چیز کی لاگت متعین نہیں کی جا سکتی لہٰذا اگر وہ صرف ایک ہی چیز بیچنا چاہتا ہے تو اس صورت میں اسے لاگت اور اس پر نفع کے بغیر ایک لگی بندھی قیمت پر ہی اس چیز کو بیچنا ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی چیز ادھار خریدی ہو تو مرابحہ میں اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ بات خریدار پر واضح کر دے کہ یہ چیز میں نے اُدھار خریدی تھی، ورنہ اُس کو یہ دھوکہ ہو سکتا ہے کہ جس قیمت پر مرابحہ ہو رہا ہے، وہ نقد قیمت ہے۔اور وہ اُس پر نفع دے رہا ہے، اس لئے اُدھار خریداری کو واضح نہ کرنا ایسا ہی ہو گا جیسے کوئی شخص اپنی قیمت خرید حقیقی قیمت خرید سے زیادہ بتا کر مرابحہ کرے۔

ii۔ نفع کا معلوم ہونا

بیع مرابحہ کے صحیح ہونے کیلئے نفع کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے اس لیے کہ بیع مرابحہ میں نفع بھی ثمن کا ایک حصہ ہوتا ہے اور ثمن کا علم ہونا تمام خرید وفروخت کے معاملات کے صحیح ہونے کیلئے ضروری ہے، چنانچہ علامہ کاسانی اس شرط کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"منها أن يكون الربح معلوما لانه بعض الثمن والعلم بالثمن شرط صحة البياعات"(۱۱)

''مرابحہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ نفع معلوم ہو، اس لیے کہ نفع بھی ثمن کا ایک حصہ ہے اور ثمن کا علم ہونا تمام بیع کے معاملات کے صحیح ہونے کی شرط ہے۔''

iii۔ عقدِ اول کا صحیح ہونا

مرابحہ کے صحیح ہونے کے لیے پہلے عقد کا صحیح ہونا بھی ضروری ہے، چنانچہ علامہ کاسانی اس شرط کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"(منها) أن يكون العقد الاول صحيحا فان كان فاسدا لم يجز بيع المرابحة لان المرابحه بيع بالثمن الاول مع زيادة ربح والبيع الفاسد وان كان يفيد الملك فى الجملة لكن بقيمة المبيع أو بمثله لا بالثمن لفساد التسمية"(۱۲)

''مرابحہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ سابقہ عقد صحیح ہو، اگر وہ عقد فاسد ہو تو بیع مرابحہ درست نہیں ہوگی، اس لیے کہ مرابحہ سابقہ قیمت پر اضافی نفع کے ساتھ کسی چیز کی فروخت ہے اور بیع فاسد اگرچہ کسی حد تک ملکیت کا فائدہ دیتی ہے لیکن مبیع کی بازاری قیمت یا اس کی ہم مثل چیز کے عوض، نہ کہ مقرر کردہ قیمت کے عوض، اس لیے کہ اس کی قیمت کی تعیین فاسد ہے۔''

الغرض مرابحہ کے صحیح ہونے کیلئے ایک شرط یہ ہے کہ پہلا عقد صحیح ہو لہٰذا اگر پہلا عقد فاسد ہوگا تو پھر بیع مرابحہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ بیع مرابحہ میں کسی چیز کو ثمن اول اور کچھ نفع کے ساتھ بیچا جاتا ہے اور بیع فاسد اگرچہ کسی نہ کسی اعتبار سے حنفیہ کے نزدیک ملکیت کا فائدہ دیتی ہے، لیکن یہ ملکیت مبیع کی قیمت یا اس کے مثل کے ساتھ ثابت ہوتی ہے اور عقد میں ذکر کردہ ثمن کے ساتھ ثابت نہیں ہوتی اس لیے کہ ثمن کا تذکرہ تو فاسد ہو چکا ہے اور یہ چیز بیع مرابحہ کے تقاضا کے منافی ہے، کیونکہ بیع مرابحہ کا تعلق تو ثمن اول کی ذات کے معلوم ہونے کے ساتھ ہے مبیع کی قیمت یا اس کے مثل کے ساتھ نہیں ہے۔

iv۔ اموال ربویہ میں مرابحہ کرنے کی صورت میں ربا کا نہ ہونا

اموال ربویہ میں مرابحہ کرنے کی صورت میں ربا کا نہ ہونا بھی ضروری ہے، چنانچہ علامہ کاسانی اس شرط کو

بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"(منها) أن لا يكون الثمن فى العقد الاول مقابلا بجنسه من أموال الربا فان كان بان اشترى المكيل أو الموزون بجنسه مثلا بمثل لم يجز له أن يبيعه مرابحة لان المرابحة بيع بالثمن الاول وزيادة والزيادة فى أموال الربا تكون ربا لا ربحا"(۱۳)

''مرابحہ کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ سابقہ عقد میں قیمت کے اموال ربا میں سے ہونے کی صورت میں ہم جنس شئی کے مدمقابل نہ ہو، جیسے کہ اس نے کوئی کیلی یا موزونی چیز ہم جنس چیز کے ساتھ برابر برابر خریدی تو اس کو بیع مرابحہ کے طور پر فروخت کرنا جائز نہ ہوگا، اس لیے کہ بیع مرابحہ سابقہ قیمت پر اضافے کے ساتھ کسی چیز کو بیچنا ہے جبکہ اموال ربا میں اضافہ سود ہے، منافع نہیں ہے۔''

مذکورہ عبارت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر مکیلی یا موزونی چیز کو ہم جنس چیز کے ساتھ برابری کی بنیاد پر خریدا گیا ہوتو ایسی چیز کومرابحہ کی بنیاد پر بیچنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ مرابحہ ثمن اول اور زیادت کے ساتھ بیچنا ہے جب کہ اموال ربویہ میں زیادت نفع نہیں، بلکہ سود ہے، البتہ اگر اجناس آپس میں مختلف ہوں تو پھر بیع مرابحہ میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے دس تولہ چاندی کے بدلے میں ایک تولہ سونا خریدا پھر اس سونے کو گیارہ تولہ چاندی کے بدلے میں فروخت کر دیا۔

مرابحہ مؤجلہ کے بطور تمویل استعمال کی شرعی حیثیت

مرابحہ موجلہ کو تمویل کے طور پر استعمال کرنے کی شرعی حیثیت کے بارے میں بنیادی طور پر دو نقطہ نظر ہیں:

پہلا نقطہ نظر

مرابحہ موجلہ کے سلسلے میں پہلا نقطہ نظر ان علماء کا ہے جو دور حاضر میں بینکوں اور مالیاتی اداروں میں اسلامی طریقہ تمویل کے طور پر مرابحہ موجلہ کے استعمال کو جائز نہیں سمجھتے، چنانچہ اس نقطہ نظر کی نمائندگی کرتے ہوئے بطور اعتراض بعض علماء کرام نے لکھا ہے:

''مرابحہ موجلہ درحقیقت دو فقہی اصطلاحوں کا مجموعہ ہے یہ بیع کی دو الگ قسمیں ہیں ایک ہے بیع المرابحہ اور دوسری بیع موجل (بیوع الی الاجال) (credit sale) دونوں الگ الگ قسم ہیں۔ بیع مرابحہ کسی مدت اور وقت کے ساتھ مقید نہیں ہوتی جبکہ بیع موجل طویل المدتی (Long Term) یا قصیر المدتی (Short Term) معاہدوں کے ساتھ ہونے والی بیع کہلاتی ہے، بیع کی ان دونوں

قسموں کو جس مقصد کے لیے خلط کیا گیا وہ یہ ہے کہ مروجہ بنکاری نظام میں سودی قرضہ جات اور تقسیطی اجارہ (Leasing) کا جو نفع بخش طریقہ کار ہے اسے اسلامی بنک میں اسلامی اور فقہی نام سے جاری وساری کیا جا سکے۔"(۱۴)

مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ ان علماء کے نزدیک مرابحہ موجلہ ایک جدید اصطلاح ہے اور یہ ایک مصنوعی کاروائی ہے جسے محض ایک حیلے کے طور پر مروجہ بینکاری نظام کو اسلامی جواز فراہم کرنے کے لیے کسی مضبوط بنیاد کے بغیر ازخود گھڑ لیا گیا ہے۔

دوسرا نقطہ نظر

مرابحہ موجلہ کے سلسلے میں دوسرا نقطہ نظر ان علماء کا ہے جو دور حاضر میں اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں میں تمویل کے طور پر مرابحہ موجلہ کے استعمال کو عملی طور پر اختیار کرنے کو جائز سمجھتے ہیں، چنانچہ انہی علماء میں سے مفتی محمد تقی عثمانی نے اپنی کتاب میں اس کی شرعی حیثیت کے بارے میں تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہے، جس میں انہوں نے علامہ شامی اور علامہ خالد اتاسی کی عبارات کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ مرابحہ موجلہ کا رواج کوئی دور حاضر کی ایجاد نہیں ہے، بلکہ اس کا استعمال پہلے سے اسلامی معاشرے میں موجود رہا ہے، یہاں تک کہ خلافت عثمانیہ میں حکومتی سطح پر اس کے نفع کی شرح کو متعین کرنے کی ضرورت پیش آئی تا کہ لوگ اس کو بنیاد بنا کر بہت زیادہ نفع وصول نہ کریں اور اس کی خلاف ورزی کی صورت میں اس کے لیے سزا بھی مقرر کی گئی ہے۔ چنانچہ وہ شرح المجلہ کی ایک عبارت کی روشنی میں لکھتے ہیں:

"دیکھیے! مرابحہ مؤجلہ کا معاملہ مسلم معاشرے میں سود کے متبادل کے طور پر اتنا رائج تھا کہ اس کو مرابحہ شرعیہ کہا جاتا تھا اور اس میں نفع کو مناسب حد میں رکھنے کیلئے اسلامی حکومت کو اس کیلئے نفع کی شرح متعین کرنی پڑی اور یہ شرح مختلف اوقات میں اسی طرح بدلتی رہی جیسے آج کل مرکزی بینک نفع کی شرح میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے۔"(۱۵)

پھر اس کے بعد علامہ شامی کی مختلف عبارات سے اس بات کو ثابت کیا کہ حکومت کی طرف سے نفع کی مقرر کردہ شرح میں بھی تبدیلی آتی رہتی تھی اور ان تمام عبارات کے نقل کرنے کے بعد نتیجہ کے طور پر لکھتے ہیں:

"اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک یہ کہ مرابحہ موجلہ کا اسلامی معاشرے میں اتنا رواج رہا ہے کہ اسلامی حکومت اس کے لیے شرحیں مقرر کرتی رہی ہے اور اس کو حنفی علماء میں سے کسی نے ناجائز قرار نہیں دیا۔ دوسرے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بعض عقود شرعاً بالکل جائز ہوتے ہیں لیکن معاشی وجوہات کی وجہ سے ان پر تنقید بھی کی جاتی ہے جیسے کہ بیع سلم بالکل جائز بیع ہے لیکن جو لوگ

اس بیع کے ذریعے بہت زیادہ نفع کما رہے تھے علامہ شامی نے ان پر تنقید بھی کی اور کہا کہ اس کی وجہ سے بہت سی بستیاں ویران ہوگئی ہیں، لیکن یہ نہیں فرمایا کہ جن لوگوں نے ایسی بیع کی ہے انہوں نے حرام کا ارتکاب کیا ہے یا ان کی بیع فاسد ہے۔ اسی طرح جن لوگوں نے مرابحہ شرعیہ میں سرکاری طور پر مقرر شرح سے زیادہ نفع وصول کیا ان کے بارے میں یہ تو فرمایا گیا کہ انہوں نے ولی الامر کی خلاف ورزی کا گناہ کیا لیکن بیع کو فاسد قرار نہیں دیا گیا۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ مرابحہ میں نفع کی جو شرح سرکاری طور پر مقرر کی گئی تھی وہ مرابحہ حالیہ کی تھی مرابحہ موجلہ کی نہیں تھی کیونکہ یہ ساری گفتگو مرابحہ موجلہ کی ہی ہو رہی ہے۔" (۱۶)

راجح نقطہ نظر

مذکورہ دونوں آراء میں محاکمہ کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ دورِ حاضر میں اسلامی معاشی نظام کی نمائندگی کرنے والے مالیاتی اداروں میں جو طریقہ سب سے زیادہ رائج ہے وہ مرابحہ مؤجلہ کا طریقہ ہے، چونکہ مالیاتی ادارے بذاتِ خود تجارتی مراکز نہیں ہوتے ہیں اس لئے وہ خریدار کی ضرورت کی بنیاد پر مرابحہ مؤجلہ کا نظام قائم کرتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی صنعتکار کو مثال کے طور پر کپاس کی ضرورت ہے لیکن اس کے پاس خریدنے کیلئے فوری طور پر پیسے نہیں ہیں اس صورت میں سودی ادارے اسے رقم قرض دے کر سود وصول کر لیتے ہیں لیکن غیر سودی ادارے اس کو رقم دینے کی بجائے کپاس بازار سے خرید کر اُسے زیادہ قیمت پر ادھار بیچ دیتے ہیں، چونکہ اس فروختگی میں ادارے اپنی لاگت پر ایک طے شدہ شرح سے اپنا منافع رکھتا ہے اس لئے اسے مرابحہ کہا جاتا ہے اور چونکہ فروختگی ادھار ہوتی ہے اس لئے یہ مرابحہ مؤجلہ کہلاتا ہے، چونکہ اس طریقہ کار میں مرابحہ اور بیع مؤجل کی اصطلاحوں کو آپس میں ملایا جاتا ہے جس سے بعض اوقات یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ ایک مصنوعی قسم تیار کی گئی ہے اور مرابحہ مؤجلہ محض ایک مصنوعی کاروائی ہے جسے اسلامی مالیاتی تمویل کے عنوان سے حیلے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، لیکن اگر مالیاتی اداروں کی عملی صورتحال سے قطع نظر کرتے ہوئے محض مرابحہ مؤجلہ کے طریقہ کار پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ منطقی اعتبار سے مرابحہ اور بیع مؤجل کے درمیان عموم وخصوص من وجہٍ کی نسبت ہے، چنانچہ بعض معاملات فقہی اعتبار سے مرابحہ کہلاتے ہیں لیکن بیع مؤجل نہیں کہلاتے اسی طرح بعض معاملات بیع مؤجل کہلاتے ہیں لیکن مرابحہ نہیں کہلاتے، جب کہ بعض معاملات مرابحہ بھی کہلاتے ہیں اور بیع مؤجل بھی کہلاتے ہیں۔ لہٰذا اگر مرابحہ کو بطورِ تمویل استعمال کرتے ہوئے مرابحہ اور بیع مؤجل دونوں جمع ہو جاتے ہیں تو اس میں کوئی مصنوعی کاروائی نہیں ہے، نیز اگر تاریخی اعتبار سے اسلامی معاشرہ میں مرابحہ مؤجلہ کے استعمال کو دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہماری تاریخ میں مرابحہ مؤجلہ پر ایک معمول کے طور پر عمل ہوتا رہا ہے، حتیٰ کہ خلافتِ عثمانیہ

کے دور میں اسے قلب الدین کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا رہا ہے، یعنی کسی شخص کے ذمے کوئی قرض یا دین ہوتا اور وہ اس کی ادائیگی میں مزید مہلت لینا چاہتا، تو وہ اپنے دائن سے مرابحہ مؤجلہ کر لیتا تھا اور نفع کی مقدار بھی ادائیگی کی مدت سے وابستہ ہوتی تھی، اگر ادائیگی کی مدت زیادہ ہوتی تو مرابحہ مؤجلہ میں نفع کی شرح بھی زیادہ ہوتی اور ادائیگی کی مدت کم ہوتی تو نفع کی شرح بھی کم ہوتی تھی اور حکومت کی طرف سے اس بیع پر نفع کی شرح بھی متعین کی جاتی رہی ہے اور اس شرح میں حالات کے لحاظ سے کمی بیشی بھی ہوتی رہی ہے، فقہی اعتبار سے اس پر بحث کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص حکومت کی مقرر کردہ شرح سے زیادہ پر مرابحہ کرے تو وہ معاملہ درست کہلائے گا یا نہیں، جس سے یہ بات واضح ہوئی کہ اسلامی معاشرے میں مرابحہ مؤجلہ کا اتنا رواج تھا کہ اسلامی حکومت اس کیلئے شرحیں مقرر کرتی رہی ہے اور اس کو علماء میں سے کسی نے ناجائز قرار نہیں دیا، لہٰذا دورِ حاضر میں اگر مرابحہ مؤجلہ کو بطورِ تمویل استعمال کیا جائے تو یہ ایسی کاروائی نہیں ہے جو آج مصنوعی طور پر پہلی بار گھڑ لی گئی ہو، بلکہ مرابحہ مؤجلہ بھی بیع کی ایک مستقل قسم ہے جسے اگر ایک حقیقی بیع کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہو جس میں خریدار کو وہی چیز خریدنی مقصود ہو جس پر مرابحہ کیا جا رہا ہے تو اس کے جواز میں شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

مرابحہ موجلہ بطور تمویل کا بہترین طریقہ کار

مذکورہ تحریر کی روشنی میں مرابحہ موجلہ کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تمویل کار خود وہ چیز خریدے اور اپنے قبضے میں لائے یا یہ کام کسی تیسرے شخص کو اپنا وکیل بنا کر اس کے ذریعے سے کرایا جائے اس کے بعد وہ چیز کلائنٹ کو بیچی جائے، تاہم بعض استثنائی صورتوں میں جہاں کسی وجہ سے سپلائی کنندہ سے براہ راست خریداری قابل عمل نہ ہو تو اس بات کی بھی اجازت ہے کہ وہ کلائنٹ کو اپنا وکیل بنا دے، اور وہ اس کی طرف سے اس چیز کی خریداری کرے، اس صورت میں کلائنٹ پہلے وہ چیز تمویل کار کی طرف سے خریدے گا، اور اس پر اس کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے قبضہ کرے گا اس کے بعد اس سے ادھار قیمت پر خریدے گا۔ پہلے مرحلے میں اس چیز پر اس کا قبضہ تمویل کار کے وکیل کے طور پر ہوگا، یہ صرف امین ہوگا جب کہ اس پر ملکیت تمویل کار کی ہوگی اور اس کے منطقی نتیجے کے طور پر اس کا رسک بھی اس کے ذمے ہوگا البتہ جب کلائنٹ تمویل کار سے وہ چیز خرید لے گا تو ملکیت اور رسک کلائنٹ کی طرف منتقل ہو جائیں گے۔

مرابحہ موجلہ بطور تمویل کا مرحلہ وار جائزہ

ذیل میں مرابحہ موجلہ بطور تمویل کے مذکورہ بہترین طریقہ کار کا مرحلہ وار جائزہ لیا جاتا ہے۔

پہلا مرحلہ: مالیاتی ادارہ اور کلائنٹ ایک جامع معاہدے پر دستخط کریں گے جس کی رو سے ادارہ مطلوبہ چیز کی بیع اور عمیل (client) اس کی وقتاً فوقتاً ایک طے شدہ نفع کے تناسب پر خریداری کا وعدہ کرے گا، اس معاہدے میں اس

سہولت کے کار آمد ہونے کی آخری حد بھی مقرر کی جاسکتی ہے۔

دوسرا مرحلہ: جب عمیل (client) کو متعین چیز کی ضرورت ہوگی تو مالیاتی ادارہ اس چیز کی خریداری کے لئے اسے اپنا وکیل مقرر کرے گا، وکالت کے اس معاہدے پر دونوں کے دستخط ہونے چاہئیں۔

تیسرا مرحلہ: کلائنٹ مالیاتی ادارے کی طرف سے وہ چیز خریدے گا اور ادارے کے وکیل کی حیثیت سے اس پر قبضہ کرے گا۔

چوتھا مرحلہ: کلائنٹ ادارے کو خریداری سے مطلع کرے گا اور وہ چیز اس سے خریدنے کی پیشکش (ایجاب) کرے گا۔

پانچواں مرحلہ: مالیاتی ادارہ اس ایجاب کو قبول کرلے گا اور بیع مکمل ہو جائے گی، جس کی رو سے اس چیز کی ملکیت اور رسک دونوں کلائنٹ کی طرف منتقل ہو جائیں گے۔

عام طور پر مرابحہ موجلہ کے لئے یہ پانچوں مرحلے ضروری ہیں، البتہ اگر مالیاتی ادارہ وہ چیز فراہم کنندہ (supplier) سے براہِ راست خرید لیتا ہے تو وکالت کے معاہدے کی ضرورت نہیں رہے گی، اس صورت میں دوسرا مرحلہ ختم ہو جائے گا اور تیسرے مرحلے پر ادارہ فراہم کنندہ سے خود خریداری کرے گا اور چوتھے مرحلے میں صرف کلائنٹ کی طرف سے ایجاب ہوگا۔

مرابحہ موجلہ کے مذکورہ مراحل کے دوران فریقین کی حیثیات کا تعین

مرابحہ کا مذکورہ طریقہ ایک پیچیدہ معاہدہ ہے، جس میں متعلقہ فریق مختلف مرحلوں پر مختلف حیثیتوں کے حامل ہوتے ہیں:

(الف) پہلے مرحلے پر مالیاتی ادارہ اور عمیل (client) مستقبل میں کسی چیز کی بیع اور خریداری کا وعدہ کرتے ہیں، یہ عملی بیع نہیں، یہ صرف مستقبل میں مرابحہ کی بنیاد پر بیع کا ایک وعدہ ہے اس لئے ان دونوں کے درمیان تعلق وعدہ کرنے والے (promisor) اور وعدہ لینے والے (promisee) کا ہے۔

(ب) دوسرے مرحلے پر فریقین میں تعلق اصیل اور وکیل کا ہے۔

(ج) تیسرے مرحلے پر مالیاتی ادارے اور فراہم کنندہ (supplier) کے درمیان تعلق بائع اور مشتری کا ہے۔

(د) چوتھے اور پانچویں مرحلے پر عمیل اور ادارے کے درمیان بائع اور مشتری کا تعلق شروع ہو جاتا ہے اور چونکہ بیع ادھار قیمت پر ہو رہی ہے اس لئے اسی کے ساتھ ہی دائن اور مدیون (قرض خواہ اور مقروض) کا تعلق بھی شروع ہو جاتا ہے۔

ان تمام حیثیتوں کو مدِ نظر رکھا جانا اور ان کا اپنے اپنے وقت پر اپنے نتائج کے ساتھ روبہ عمل آنا ضروری

ہے، ان حیثیتوں میں خلط ملط نہیں ہونا چاہیے ورنہ سارے کا سارا معاملہ سودی قرضے میں تبدیل ہو جاتا ہے، محض اصطلاحات اور نام تبدیل کرنے سے معاملہ شرعاً جائز نہیں ہو جاتا۔

مرابحہ موجلہ کے مذکورہ مراحل کا قبضہ کی روشنی میں جائزہ

مذکورہ معاہدے کا سب سے اہم عنصر یہ ہے کہ جس سامان پر مرابحہ ہو رہا ہے وہ تیسرے اور پانچویں مرحلے کے درمیان مالیاتی ادارے کے رسک اور ضمان میں رہے، کیونکہ اسلامی شریعت کا یہ معروف اصول ہے کہ جو چیز کسی انسان کے قبضے میں نہ آئی ہو اور جس کا کوئی خطرہ انسان نے قبول نہ کیا ہو اسے آگے فروخت کر کے اس پر نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ یہی وہ واحد خصوصیت ہے جو مرابحہ کو سودی قرضے سے ممتاز کرتی ہے اس لیے ہر قیمت پر اس کی پوری رعایت رکھنا ضروری ہے ورنہ مرابحہ کا عقد صحیح نہیں ہوگا، چنانچہ مفتی محمد تقی عثمانی مرابحہ کے معاملہ میں قبضہ کی اس حیثیت و اہمیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> The Most essential element of the transaction is that the commodity must remain in the risk of the institution during the period between the third and the fifth stage.(17)

> ''اس معاہدے کا سب سے اہم عنصر یہ ہے کہ جس سامان پر مرابحہ ہو رہا ہے وہ تیسرے اور پانچویں مرحلے کے درمیان مالیاتی ادارے کے رسک اور ضمان میں رہے، یہ واحد خصوصیت ہے جو مرابحہ کو سودی قرضے سے ممتاز کرتی ہے اس لیے ہر قیمت پر اس کی پوری رعایت رکھنا ضروری ہے ورنہ مرابحہ کا عقد شرعی اعتبار سے صحیح نہیں ہوگا۔''

نیز اس حوالہ سے مزید لکھتے ہیں:

> If in cases of genuine need, the financier appoints the client his agent to purchase the commodity on his behalf, his different capacities (i.e, as agent and as ultimate purchaser) should be clearly distinguished. ... At this point, he will become a debtor and the consequences of indebtedness will follow.(18)

> ''واقعی ضرورت کی صورت میں اگر تمویل کار اپنے کلائنٹ کو اس چیز کی خریداری کے لیے اپنا وکیل بناتا ہے تو اس کی مختلف حیثیتوں (یعنی وکیل کی حیثیت اور آخر کار خریدار کی حیثیت) کو ایک دوسرے سے واضح طور پر ممتاز رکھنا چاہیے، بطور وکیل وہ امین ہے جب تک وہ چیز تمویل کار کے

وکیل کے طور پر اس کے قبضے میں ہو وہ اس کے کسی نقصان کا ذمہ دار نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ کسی کوتاہی یا فراڈ کا ارتکاب کرے، جب بحیثیت وکیل وہ اس چیز کو خرید لے تو وہ تمویل کار کو اطلاع کرے کہ بطور وکیل اپنی ذمہ دار پوری کرتے ہوئے اس نے خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ تمویل کار سے اسے خریدنے کے لیے پیشکش (ایجاب) کرتا ہے، جب اس ایجاب کے جواب میں تمویل کار اپنی طرف سے قبول ظاہر کردے گا تو بیع مکمل سمجھی جائے گی اور اس چیز کا ضمان (Risk) بحیثیت خریدار کلائنٹ کی طرف منتقل ہو جائے گا، اس مرحلے پر یہ کلائنٹ مدیون (Debator) بن جائے گا اور مدیون ہونے کے اثرات بھی مرتب ہوں گے۔''

یہی وجہ ہے کہ بنک کو سود سے پاک کرنے اور بلا سود تجارتی ادارہ قائم کرنے کے نظام پر غور کرنے کیلئے شعبان ۱۴۱۲ھ میں ''مجلس تحقیق حاضرہ'' کا اجلاس دار العلوم کراچی میں ہوا، جس میں حالات حاضرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے قوانینِ اسلام کے تحت بحث وتمحیص کے بعد اسلامی مالیاتی نظام کے ضمن میں مرابحہ مؤجلہ کی پیش کردہ تجویز میں بھی مرابحہ کے طریقہ کار میں قبضہ کی مرکزی اہمیت کو خاص طور پر اجاگر کیا گیا، جیسا کہ مجلس میں مرابحہ مؤجلہ کے سلسلے میں منظور کردہ درج ذیل عبارت سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے۔

''جن معاملات میں شرکت یا مضاربت پر عمل ممکن نہیں ہے وہاں ''مرابحۂ مؤجلہ'' پر عمل کی تجویز پیش کی گئی ہے جس کا طریق کار یہ ہوگا: ''مثلاً ایک کاشتکار بنک سے ٹریکٹر کی خریداری کے لئے قرض لینا چاہتا ہے تو بنک اس کو قرض دینے کی بجائے خود ٹریکٹر خرید کر بصورت ''مرابحہ موجلہ'' فروخت کردے گا۔۔۔ بنک کے لئے از خود تمام مطلوبہ اشیاء کی خریداری براہ راست مشکل ہے، اس لئے وہ مطلوبہ اشیاء کی خریداری کے لئے خود عمیل کو اپنا وکیل بنا دے گا اور یہ عمیل پہلے وہ چیز مثلاً ٹریکٹر بنک کے وکیل کی حیثیت سے خرید کر قبضہ میں لے لے گا اور خریداری کی تکمیل پر بنک کو مطلع کردے گا کہ میں نے وکالت کی بنیاد پر آپ کے لئے ٹریکٹر خرید کر اپنے قبضہ میں لے لیا ہے اور اب میں وہ ٹریکٹر آپ سے اپنے لئے خریدنا چاہتا ہوں۔ بنک اس موقع پر وہ ٹریکٹر عمیل کو فروخت کردے گا۔ عمیل کے بحیثیت وکیل خریدنے سے لے کر بنک سے اپنے لئے خریدنے تک کا جو درمیانی وقفہ ہوگا اس میں ٹریکٹر بنک کی ملکیت اور بواسطہ وکیل اس کے تقدیری قبضے میں رہے گا اور بنک کے ضمان میں ہوگا پھر جب عمیل اور بنک کے درمیان بیع منعقد ہو جائے گی اس وقت ٹریکٹر کا ضمان عمیل کی طرف منتقل ہوگا۔ (۱۹)

مرابحہ موجلہ میں قبضہ کی مذکورہ اہمیت کے پیش نظر بعض اشیاء میں مرابحہ کی اجازت نہیں دی جاتی، چنانچہ

مفتی محمد تقی عثمانی قبضے اور ضمان کی مذکورہ شرط پوری نہ ہو سکنے کی وجہ سے مرابحہ کی ممانعت کی ایک عملی صورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مثلاً بعض تجارتی اداروں کو گیس کی خریداری کے لئے تمویل کی ضرورت تھی، انہوں نے یہ تجویز دی کہ گیس پر مرابحہ کر لیا جائے لیکن چونکہ قبضے اور ضمان کی شرائط پوری نہیں ہوسکتی تھیں، اس لئے یہ تجویز رد کر دی گئی۔ یہی صورت بجلی کی خریداری میں پیش آئی۔''(۲۰)

الغرض مرابحہ مؤجلہ میں قبضہ کی اس اہمیت کے پیش نظر بعض ایسی اشیاء میں بھی مرابحہ کی اجازت نہیں دی جاسکتی جنہیں اصولی طور پر خریدنا اور بیچنا شریعت کی نظر میں جائز ہو، کیونکہ تمویل کے طور پر جب مرابحہ کو اختیار کیا جاتا ہے تو اس وقت کلائنٹ کی ضرورت کے پیش نظر مالیاتی ادارہ کوئی چیز خرید کر آگے فروخت کرتا ہے اور پہلے سے اس نے اشیاء کو خرید کر اپنے پاس نہیں رکھا ہوتا اور نہ ہی کسی خاص چیز کو فروخت کرنے کی مستقل بنیادوں پر کوئی ترتیب ہوتی ہے، بلکہ اس کے پاس تو مختلف اشیاء کے خریدار آتے ہیں اور جس چیز کا خریدار آیا، ادارہ وہی چیز خرید کر اس کو بیچ دیتا ہے اور اس خریداری کیلئے بھی اس شخص کو اپنا وکیل بھی بنا دیتا ہے اور وہ خریدار بازار سے متعینہ چیز ادارہ کیلئے خریدتا ہے پھر ادارہ سے مرابحہ کی بنیاد پر ادھار خرید لیتا ہے، مرابحہ میں چونکہ یہ شرط ہے کہ جس چیز پر مرابحہ ہو رہا ہو، وہ مالیاتی ادارے کے قبضے اور ضمان میں آئے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب خریدی جانے والی چیز ایسی ہو جس پر بنک کے قبضے کا واضح تصور ہو سکے اور مالیاتی ادارے کا قبضہ وکیل کے قبضہ کے ممتاز ہو سکے، لہٰذا جن چیزوں میں قبضے کا ممتاز ہونا ممکن نہیں ہوگا، ان میں مرابحہ بھی نہیں ہو سکے گا، یہی وجہ ہے کہ بیع تعاطی (۲۱) کے جائز ہونے اور عملی طور پر اس کے استعمال کر لینے میں سہولت کے باوجود اس کے استعمال کی اجازت نہیں دی جاتی، جیسا کہ آئندہ آنے والے عنوان کے تحت اس پر تفصیل سے بحث کی جارہی ہے۔

مرابحہ مؤجلہ میں قبضہ کی اہمیت کے پیش نظر بیع تعاطی کے استعمال کی شرعی حیثیت

یہ بات مسلم ہے کہ خرید وفروخت کے معاملات میں جمہور فقہاء کے نزدیک تعاطی جائز ہے۔ اب اگر مالیاتی اداروں میں مروجہ مرابحہ موجلہ میں بیع تعاطی کے جواز والے قول کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا استعمال کیا جائے تو عملی طور پر بہت آسانی پیدا ہو جاتی ہے کہ جب مالیاتی ادارے کے وکیل نے مال پر قبضہ کر لیا تو اس کے بعد پھر مزید کسی بیع کی ضرورت نہ ہو اور تعاطی کی بنیاد پر مالیاتی ادارے اور گاہک کے درمیان خود بخود مرابحہ موجلہ منعقد ہو جائے، لیکن تعاطی کے اصولی طور پر جائز ہونے اور مرابحہ موجلہ میں اس کے استعمال کی گنجائش ہونے کے باوجود اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی، چنانچہ مفتی محمد تقی عثمانی، جو پاکستان میں اسلامی بینکنگ کا نظام متعارف کروانے والے ہیں، تعاطی کے نفس جواز کے قائم ہونے کے باوجود مرابحہ موجلہ میں تعاطی پر عمل کرنے کی صورت میں پیدا

ہونے والی خرابی کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلو اجزنا التعاطی فی المرابحة، و قلنا بابرام البیع فور استلام العمیل للبضائع بصفة تلقائیة علی اساس التعاطی ، لفات ھذا الفارق الوحید الذی یفرق المرابحة المصرفیة من المعاملات الربویة ، ولم تکن العملیة فعلا الا دفع مبلغ الی العمیل و مطالبته بمبلغ اکثر منه ، دون ان یتحمل المصرف مسئولیة الملکیة و اخطارھا فی آن من الاوان۔(۲۲)

''لہٰذا اگر ہم مرابحہ کے اندر بھی ''تعاطی'' کو جائز قرار دیتے ہوئے یہ کہہ دیں کہ جس وقت گاہک نے بینک کا وکیل بن کر وہ سامان خرید کر اپنے قبضے میں لے لیا، اسی وقت خود بخود تعاطی کی بنیاد پر بینک اور گاہک کے درمیان بھی بیع مکمل ہوگئی تو اس صورت میں سودی معاملات اور مرابحہ کے درمیان جو فرق ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا اور عملی طور پر یہی صورت ہو جائے گی کہ بینک نے گاہک کو رقم دے دی اور کسی بھی لمحے ملکیت کی ذمہ داری اور ضمان کا خطرہ مول لئے بغیر گاہک سے زیادہ رقم کا مطالبہ کر دیا۔''

اسی طرح مرابحہ موجلہ میں بیع تعاطی پر عمل کرنے کی صورت میں ایک مزید خرابی کا ذکر کرتے ہوئے مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

ھناك وجه آخر فقھی لعدم جواز التعاطی ھنا۔ و ذلك ان التعاطی وان کان یعوزہ التلفظ بالایجاب والقبول ، ولکن لا بد له من حضور فریقین، احدھما یعطی والاخر یاخذ۔ واما فی الاقتراح المذکور، فان البیع ینعقد بصفة تلقائیة ، دون ان یعطی واحد و یاخذ آخر ۔ و معروف ان الواحد لا یتولی طرفی البیع۔(۲۳)

''زیر بحث مسئلے میں ''تعاطی'' کے عدم جواز کی ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ ''تعاطی'' کے اندر اگرچہ ایجاب اور قبول کا تلفظ شرعاً ضروری نہیں ہوتا لیکن فریقین کا مجلس میں حاضر ہونا اور ایک کا دینا اور دوسرے کا قبضہ کرنا تو شرعاً ضروری ہے، جبکہ زیر بحث تجویز میں بیع خود بخود منعقد ہو جائے گی ، نہ ایک شخص لے گا اور نہ ہی دوسرا شخص قبضہ کرے گا ، اور فقہ کا مشہور اصول ہے کہ ایک ہی شخص بیع کی دونوں طرف کا ذمہ دار نہیں بن سکتا ہے (جبکہ زیر بحث معاملے میں ایک ہی شخص یعنی گاہک دونوں طرف کا ذمہ دار بن رہا ہے۔)''

اسی طرح اسلامی بینکوں میں عملی طور پر مرابحہ موجلہ میں تعاطی کے اختیار کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں

بعض اہل علم کی طرف سے کیے گئے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

'' حقیقت یہ ہے کہ واقعہ ایسا نہیں ہے مرابحہ کا معاملہ کبھی تعاطی کے ساتھ نہیں ہوتا ، جس طرح غیر سودی بنکوں میں مرابحہ کا معاملہ انجام پاتا ہے ، افسوس ہے کہ اس کی پوری تفصیل کی ان حضرات کو صحیح اطلاع نہیں پہنچی جس کی وجہ سے بہت سی غلطیاں پیدا ہوئی ہیں۔'' (۲۴)

نیز مزید لکھتے ہیں:

'' حقیقت یہ ہے کہ غیر سودی بنکوں میں کبھی تعاطی کے ذریعے مرابحہ نہیں ہوتا ، میرے علم میں کوئی غیر سودی بنک ایسا نہیں ہے جو مرابحہ میں تعاطی کو استعمال کرتا ہو۔'' (۲۵)

اسی طرح دارالعلوم کراچی میں مورخہ ۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ ایک مجلس منعقد ہوئی ، جس میں دارالافتاء جامعۃ الرشید کی طرف سے مرتب کئے گئے کچھ اشکالات وتجاویز زیرغور آئیں ، اس دوران مفتی محمد تقی عثمانی نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بتایا:

'' بینک کے قوانین میں اس کی تصریح ہے کہ جب تک عمیل بینک سے باقاعدہ چیز خرید نہیں لیتا، بینک ہی اس شی کا مالک اور اس کے نقصان کا ذمہ دار ہے۔ عموماً اس خریداری کے لیے پہلے عمیل کی طرف سے بینک کو ایک خط آتا ہے جس میں سامان کی خریدار کی اطلاع اور اس کو خود خریدنے کی درخواست ہوتی ہے، جواب میں بینک عمیل کو ایک خط بھیجتا ہے جس میں عمیل کی خریدار کی پیشکش کو قبول کیا جاتا ہے، جب تک یہ خط عمیل کو نہ پہنچے اس وقت تک عمیل پر ضمان منتقل نہیں ہوگا، خط پہنچتے ہی بیع ہو جائے گی اور ضمان و مالکانہ حقوق و ذمہ داریاں عمیل کی طرف منتقل ہو جائیں گی۔'' (۲۶)

الغرض مذکورہ عبارات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اصولی طور پر اگرچہ تعاطی کے ذریعے خرید وفروخت کرنا جمہور کے نزدیک جائز ہے ، لیکن اس کے باوجود یہ بات ضرور پیش نظر رہنی چاہیئے کہ تعاطی سے صرف ان عام خرید وفروخت کے معاملات میں کام لینا چاہیئے جن میں بیع تعاطی پر عمل کرنے کے نتیجے میں کوئی دوسری شرعی قباحت لازم نہ آتی ہو، لیکن اگر کبھی کسی معاملے میں تعاطی سے کام لینے کے نتیجے میں کوئی شرعی قباحت لازم آجائے یا اس کی وجہ سے جائز معاملہ کا کسی ناجائز معاملہ کے ساتھ اشتباہ لازم آجائے ، تو اس صورت میں تعاطی کے جائز ہونے کے باوجود تعاطی سے احتراز کرنا لازم ہے ، لہٰذا اس اصول کے پیش نظر اگر کوئی ایسا ادارہ جو باقاعدہ خرید وفروخت کا مرکز نہ ہو بلکہ وہ خرید وفروخت کو ایک اسلامی سرمایہ کاری کے طور پر استعمال کر رہا ہو جیسے کہ آج کل مرابحہ مؤجلہ کو مختلف ادارے اسلامی سرمایہ کاری کے طور پر استعمال کر رہے ہیں ، تو اس صورت میں اگر سہولت اور آسانی کی غرض سے ادارے اور گاہک کے درمیان مرابحہ کا معاملہ تعاطی کی بنیاد پر کرلیا جائے اور دوبارہ ایجاب وقبول کو ضروری قرار نہ

دیا جائے، تو اس صورت میں سودی معاملات اور مرابحہ کے درمیان جو فرق موجود ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا اور عملی طور پر یہی صورت ہو جائے گی کہ ادارے نے گاہک کو رقم دے دی اور کسی بھی لمحے ملکیت کی ذمہ داری اور ضمان کا خطرہ مول لئے بغیر گاہک سے زیادہ رقم کا مطالبہ کر دیا اور یہ شرعی اعتبار سے سود ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

مرابحہ مؤجلہ میں قبضہ کی اہمیت کے پیش نظر بیع تعاطی کے استعمال کے جواز کو محدود کرنے کے بارے میں مذکورہ تحریر کی وضاحت یہ ہے کہ مالیاتی اداروں میں اگر کوئی شخص سامان یا آلات یا مشینری وغیرہ کی خریداری کے لئے اس ادارہ سے سرمایہ کاری کا مطالبہ کرتا ہے اور وہ ادارہ اس شخص کی خواہش پر سرمایہ کاری کرنا چاہتا ہے، تو اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مالیاتی ادارہ اس شخص کو ان اشیاء کی خریداری کے لئے سود پر قرض فراہم کر دے، لیکن یہ طریقہ کار اسلامی اصولوں کے مطابق ناجائز ہے۔

دوسرا طریقہ کار یہ ہے کہ مالیاتی ادارہ اس شخص کے مطلوبہ سامان کو خود اپنے لئے پہلے بازار سے خرید لے اور خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کر لے اور قبضہ کے بعد اس سامان کو مرابحہ مؤجلہ کی بنیاد پر گاہک کو فروخت کر دے، جیسا کہ آج کل اسلامی بنکوں میں یہی طریقہ رائج ہے کہ اسلامی بنک گاہک کو اس کی مطلوبہ اشیاء کی خریداری کے لئے سود پر قرض فراہم کرنے کی بجائے مرابحہ مؤجلہ کا معاملہ کرتے ہیں۔

مرابحہ مؤجلہ کے مروجہ طریقہ کار میں عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ بنک وہ اشیاء خود نہیں خریدتا بلکہ وہ اسی گاہک کو ان اشیاء کی خریداری کے لئے اپنا وکیل بنا دیتا ہے کہ تم میرے وکیل بن جاؤ اور مارکیٹ سے ان اوصاف کی حامل فلاں فلاں چیز خرید لو، جب گاہک اس چیز پر بنک یا اسلامی مالیاتی ادارہ کے وکیل کی حیثیت سے قبضہ کر لیتا ہے تو پھر اس کے بعد گاہک مرابحہ مؤجلہ کے ذریعہ وہ چیز بنک سے خرید لیتا ہے، چونکہ اس صورت میں شریعت کے پیش نظر قواعد وضوابط کے مطابق اس معاملہ کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ گاہک وکیل ہونے کی حیثیت سے ان اشیاء کو خریدنے کے بعد ان کا ضمان بنک کی طرف منتقل کر دے، پھر ان اشیاء کو بنک سے خریدنے کے لئے نئے سرے سے بنک کو ایجاب کرے اور بنک گاہک کے اس ایجاب کو قبول کرے۔ اب اگر اس معاملے کو مختصر کرنے کی غرض سے یہ صورت اختیار کی جائے کہ بنک اور گاہک کے درمیان مرابحہ کا معاملہ تعاطی کی بنیاد پر طے ہو جائے اور نئے سرے سے دوبارہ ایجاب وقبول کی ضرورت نہ ہو، لہٰذا جس وقت گاہک اس سامان پر بنک کی طرف سے وکیل کے طور پر قبضہ کر لے تو اس وقت یہ سمجھ لیا جائے کہ گاہک نے بنک سے وہ چیز تعاطی کی بنیاد پر خود بخود خرید لی ہے۔

مذکورہ صورت میں ایجاب وقبول کو نئے سرے سے کرنے کی بجائے تعاطی کے طریقہ کار کو اختیار کیا گیا، جس سے معاملہ عملی طور پر مختصر بھی ہو گیا اور فریقین کے لئے بھی اس میں سہولت ہو گئی، تعاطی کا طریقہ کار اپنی اصل کے اعتبار سے بھی جائز ہے لیکن اس کے باوجود یہ صورت درج ذیل دو وجوہات کی وجہ سے قابل غور ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ آج کل اسلامی بنک سودی قرض کے بدل کے طور پر یہ طریقہ کار اختیار کر رہے ہیں کہ جس شخص کی ضرورت کی وجہ سے وہ کسی چیز کی خریداری کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں اسی شخص کو وہ چیز خریدنے کا حکم دیتے ہیں پھر اسی شخص سے مرابحہ مؤجلہ کر لیتے ہیں، لہٰذا جب اسلامی بنک اسی قسم کے معاملات کو سودی معاملات کے بدل کے طور پر استعمال کر رہے ہیں تو پھر ان دونوں قسم کے معاملات کے درمیان کوئی واضح فرق ضرور ہونا چاہیئے جو ان دونوں قسم کے معاملات کو جدا جدا کر دے، یہ بات ظاہر ہے کہ سودی معاملات میں معاملے کی اصل بنیاد پیسے کا بھاؤ ہے اور سودی معاملہ کرنے والا ادارہ یا شخص کرنسی کی تیزی کی بنیاد پر کوئی خطرہ مول لئے بغیر سود کا مطالبہ کرتا ہے، جبکہ مرابحہ کے اندر معاملہ کی اصل بنیاد وہ سامان تجارت ہوتا ہے جو بنک کی ملکیت ہوتا ہے اور جس کو بنک اپنی ملکیت اور اپنے ضمان میں آنے کے بعد گاہک کو فروخت کرتا ہے، لہٰذا دونوں کے درمیان عملی فرق کا ہونا ضروری ہے کہ مرابحہ کے اندر اس سامان پر کوئی مدت، چاہے وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو، ایسی گذرنی چاہیئے جس میں وہ سامان بنک کی ملکیت اور اس کے ضمان میں ہو، اگر اس عرصہ کے اندر وہ سامان تباہ ہو جائے تو وہ بنک کا نقصان ہوگا، چنانچہ بنک نہ تو اس مال کے ضمان کا مطالبہ کرے گا اور نہ ہی اس پر کسی منافع کا مطالبہ کرے گا۔ اور اگر عملی طور پر ایسی صورت نہ ہو تو اس صورت میں بنک کو حاصل ہونے والا نفع بھی ایسی چیز کا نفع کہلائے گا جس کا بنک ضامن نہیں ہوا اور ایسی چیز کا نفع جائز نہیں ہے، لہٰذا اگر مرابحہ کے اندر بھی تعاطی پر عمل کرتے ہوئے یہ کہہ دیں کہ جس وقت گاہک نے بنک کا وکیل بن کر وہ سامان خرید کر اپنے قبضہ میں لے لیا، اسی وقت خود بخود تعاطی کی بنیاد پر بنک اور گاہک کے درمیان بھی بیع مکمل ہوگئی، تو اس صورت میں سودی معاملات اور مرابحہ کے درمیان موجود فرق عملی طور پر ختم ہو جائے گا اور ظاہری طور پر یہی صورت ہو جائے گی کہ بنک نے گاہک کو رقم دیدی اور کسی بھی لمحے ملکیت کی ذمہ داری اور ضمان کا خطرہ مول لیے بغیر گاہک سے زیادہ رقم کا مطالبہ کر دیا۔

دوسری وجہ کا حاصل یہ ہے کہ شرعی طور پر بیع میں ایک ہی شخص بیع کی دونوں طرف کا ذمہ دار نہیں بن سکتا اگرچہ نکاح میں ایک ہی شخص دونوں طرف کا ذمہ دار بن سکتا ہے، اب اگر مذکورہ مسئلہ میں تعاطی پر عمل کیا جائے تو اس صورت میں بیع خود بخود منعقد ہو جائے گی نہ ایک شخص لے گا اور نہ ہی دوسرا شخص قبضہ کرے گا، جبکہ فقہی اصول کے مطابق ایک ہی شخص بیع کی دونوں اطراف کا ذمہ دار نہیں بن سکتا۔

چنانچہ صاحب ھدایہ نکاح کے ایک مسئلہ کے ذیل میں دلیل کے طور پر اس قاعدے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> لان ھذا توکیل بالنکاح والواحد یتولی طرفی النکاح(۲۷)
>
> ''کیونکہ زوجنی کے لفظ میں نکاح کی توکیل ہے اور ایک آدمی نکاح کے دونوں اطراف کا ذمہ دار بن سکتا ہے۔''

جبکہ مذکورہ فرق کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں:

قوله يتولى طرفى النكاح بخلاف البيع و وجه الفرق ان الحقوق فى البيع الى الوكيل فلوتولى طرفيه يصير مطالبا و مطالبا و فيه تعطيل الحقوق و فى النكاح الى الموكل فلا يلزم ذلك۔ (۲۸)

''نکاح میں ایک شخص دونوں اطراف کا ولی بن سکتا ہے لیکن خرید وفروخت کے معاملے میں نہیں بن سکتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ بیع میں حقوق کا تعلق وکیل کے ساتھ ہوتا ہے لہٰذا اگر ایک ہی شخص بیع کے دونوں اطراف کا ذمہ دار بن جائے گا تو وہی مطالبہ کرنے والا ہوگا اور اسی سے مطالبہ کیا جائے گا تو اس سے حقوق ضائع ہوں گے جبکہ نکاح میں حقوق موکل کے ذمے ہوتے ہیں لہٰذا نکاح میں یہ خرابی لازم نہیں آئے گی۔''

الغرض مذکورہ تحریر سے یہ بات دلائل کے نتیجے میں واضح ہوتی ہے کہ فقہ اسلامی کی رو سے بنک اور گاہک کے درمیان مرابحہ مؤجلہ کے دوران تعاطی کی بنیاد پر عقد مرابحہ جائز نہیں ہے۔

خلاصۂ بحث

اسلامی معیشت اور مالیات کے ماہرین مالیاتی اداروں کی سرمایہ کاری کے لیے عام طور پر نفع ونقصان میں شراکت کے طریقوں کو ترجیح دیتے ہیں اور مرابحہ یا دیگر تجارتی طریقوں کے زیادہ استعمال کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ مشارکہ یا مضاربہ جدید دور کی تمام مالکاری ضروریات کے لئے موزوں ہوں، کیونکہ کئی صورتوں میں نہ تو یہ طریقے قابل عمل ہوتے ہیں اور نہ ہی اسلامی مالیاتی ادارے یا ان کے ساتھ کام کرنے کے خواھشمند بعض افراد اپنی ذاتی مجبوریوں کی وجہ سے انہیں استعمال کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔

دوسری طرف چونکہ مرابحہ کے جائز ہونے میں اصولی طور پر کوئی شک نہیں جس کا مطلب باہمی طور پر طے شدہ منافع کی بیع ہے، جبکہ مبیع پر آنے والی لاگت خریدار کو معلوم ہو یا بتائی جائے اور اس میں فریقین کے مابین گفت وشنید لاگت پر نہیں، منافع پر ہوتی ہے اور معاملہ کے ادھار ہونے کی صورت میں قیمت کی ادائیگی کی تاریخ کی وضاحت ہونا ضروری ہے، اس لئے عصر حاضر کے فقہاء کی اکثریت نے مالیاتی اداروں کے لئے اشیاء کی خرید و فروخت کے لئے مرابحہ کے طریقے کو جائز قرار دیا ہے، جسے اپنے مجموعی طریقہ کار کی حیثیت سے فقہی طور پر مرابحہ مؤجلہ کہا جا سکتا ہے کیونکہ اس مرابحہ کی تکنیک معمول کی تجارت میں استعمال ہونے والے روایتی مرابحہ سے مختلف ہے۔

یہ سودا اس طرح ہوتا ہے کہ کسی مالیاتی ادارے سے ادھار اشیاء لینے کا خواھشمند شخص یا ادارہ اشیاء

خریدنے کا پیشگی وعدہ کرتا ہے، اس کے علاوہ کلائینٹ کو عام طور پر سامان خریدنے کے لئے مالیاتی ادارے کا ایجنٹ بھی مقرر کیا جاتا ہے، اسے ''مرابحہ ٹو پرچیز آرڈر'' (ایم۔پی۔او) یا مرابحہ لآمر بالشراء کہتے ہیں۔اس میں تین علیحدہ علیحدہ معاملات ہوتے ہیں خریدنے یا بیچنے کا وعدہ، ایجنسی کا عقد اور اصل عقد مرابحہ، اس کے علاوہ اسلامی مالیاتی ادارے ایک مفاہمت کی یادداشت یا مرابحہ کی بنیاد پر مالکاری کی سہولت کے عمومی معاہدے پر بھی دستخط کرتے ہیں جس میں سودے کا مجموعی ڈھانچہ، مختلف ذیلی مرابحہ سودوں کی شرح منافع، ضمانت کی نوعیت، نادہندگی یا کسی اور غیر متوقع صورتحال کی صورتحال میں کئے جانے والے اقدامات شامل ہوتے ہیں۔معاصر علماء کے مطابق مرابحہ مؤجلہ جائز ہے کیونکہ شریعت کے واضح احکامات کے مطابق ادھار خرید وفروخت جائز ہے، اس کے علاوہ نقد سے زیادہ قیمت کے ساتھ قسطوں کی صورت میں ادائیگی کی فروخت بھی صحیح ہے۔مرابحہ مؤجلہ اگرچہ بعض ماہرین کے نزدیک قابل اعتراض ضرور ہے لیکن اس پہلو کا جائزہ جواز اور ترجیح کے نقطہ ہائے نظر سے لیا جانا چاہئیے اس لئے مرابحہ میں ادھار قیمت کا نقد قیمت سے زائد ہونا فطری اصولوں کے مطابق اور جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ لین دین کا خطرہ اس وقت تک مالیاتی ادارہ برداشت کرے جب تک قبضہ مرابحہ کرنے والے شخص کو نہ مل جائے، اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ مالیاتی ادارہ ایک عقد کے ذریعے چیز خریدنے اور ایک علیحدہ عقد کے ذریعے اپنے کلائنٹ کو بیچے۔

یہی وجہ ہے کہ اصولی طور پر بیع تعاطی کے جائز ہونے کے بعد اس کو مرابحہ موجلہ میں استعمال کرنا احتیاط کے منافی ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہے، اس سلسلے میں اس امر کو یقینی بنانا چاہیے کہ کلائنٹ واقعی مطلوبہ چیز خریدنے کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ چیز مرابحہ کے تحت مبیع بن سکتی ہو، مالیاتی ادارہ کو چاہئیے کہ وہ قیمت کی ادائیگی براہ راست سپلائر کو کریں اور اگر کسی معاملہ میں چیز کی نوعیت کی وجہ سے کلائنٹ کو ہی رقم دینا ضروری ہو جائے تو چیز کی خریداری کے شواہد رسید یا دیگر دستاویزات سے حاصل کئے جانے چاہئیں، چونکہ شرعی اعتبار سے مرابحہ میں بائی بیک (Buy Back) (۲۹) اور رول اوور (Rool Over) (۳۰) کی گنجائش نہیں ہے، اس لئے اسلامی طریقہ تمویل میں مرابحہ کی بنیاد پر معاملہ کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ کلائنٹ کی طلب کردہ اشیاء پہلے سے اس کی ملکیت میں تو نہیں ہیں، کیونکہ جہاں کھاتہ داروں کی خواہشات، مشورے اور ان کی خطرات برداشت کرنے کی ترجیحات کا لحاظ کرنا ضروری ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جو بھی طریقہ استعمال میں لایا جائے، وہ شریعت کے تمام لوازمات کو پورا کر رہا ہو تاکہ اسلامی مالیاتی اداروں کے قیام کا مقصد پورا ہو سکے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) وہ ادارے جو عام لوگوں سے رقمیں جمع کر کے انہیں مختلف افراد اور کمپنیوں کو تجارتی اور کاروباری مقاصد کے لیے فراہم کرتے ہیں۔

(۲) دو یا دو سے زیادہ افراد کی طرف سے اپنی رقم، کام یا معاشرے میں حیثیت (Good will) کو ملانا تا کہ کاروبار کر کے نفع کمائیں یا مالیت میں اضافے کے حصہ دار بنیں اور نقصان کی صورت میں اپنے اپنے سرمائے کے تناسب سے برداشت کریں۔

(۳) شراکت کی ایسی قسم جس میں ایک فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اور دوسرا کاروبار کا انتظام کرتا ہے۔ پہلے کو رب المال اور دوسرے کو مضارب کہا جاتا ہے، کاروبار سے ہونے والا منافع پہلے سے اور باہمی طور پر طے کردہ نسبت کے مطابق تقسیم کیا جاتا ہے جبکہ نقصان رب المال کو برداشت کرنا ہوتا ہے یعنی اس کے سرمائے میں نقصان کے برابر کمی ہو جاتی ہے۔

(۴) لاگت کے اوپر باہمی طور پر طے شدہ منافع کی بنیاد پر کی جانے والی بیع، فروخت کنندہ کو آنے والی پوری لاگت، اس نے نقد خریدی یا ادھار اور دیگر اخراجات کی تفاصیل بتانا پڑتی ہیں اور پوری لاگت پر بائع کا منافع باہمی طور پر طے کیا جاتا ہے۔ اب اگر خریدار قیمت کی ادائیگی کے لئے وقت مانگے تو یہ مرابحہ مؤجلہ کہلاتی ہے۔

(۵) فروخت کی صورت میں ایسی صورتحال جب اگرچہ طبعی طور پر مال فروخت کنندہ کے پاس ہی ہوتا ہے مگر بیع کے نفاذ کے لحاظ سے متعلقہ سامان کا خطرہ خریدار کو ہو جاتا ہے اور وہ ہر لحاظ سے اس کا ذمہ دار اور نفع ونقصان کا مالک ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر سامان تباہ ہو جائے تو نقصان خریدار کا ہوتا ہے۔

(٦) المرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل، ابوالحسن (م: ۵۹۳ھ) الهداية فی شرح بداية المبتدی، ۷۰/۳، ۷۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، طبعه اولی ۱٤۱٦ھ-۱۹۹۵م.

(۷) ابن جزی، محمد الکلبی، ابوالقاسم (م: ۷٤۱ھ)، القوانین الفقهیة، ص: ۲۸۲، شرکة دارالارقم بن ابی الارقم، س-ن.

(۸) کاسانی، ابوبکر بن مسعود، علاؤ الدین (م:۵۸۷ھ)، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۲۲۰/۵، مکتبه حبیبیه کوئٹه، طبعه اولی ۱٤۰۹ھ- ۱۹۸۹م.

(۹) الهداية، ۷۱/۳۔

(۱۰) سرخسی، محمد بن احمد بن سهل، ابوبکر (م:۴۹۰ھ) ، کتاب المبسوط ، ۷۸/۱۳، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان ، طبعه ثالثه ۲۰۰۹م.

(۱۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۲۲۱/۵،

(۱۲) ایضا، ۲۲۲/۵۔

(۱۳) ایضا، ۲۲۱/۵۔

(۱۴) رفقاء دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ ، علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، مروجہ اسلامی بینکاری، تجزیاتی مطالعہ، شرعی جائزہ، فقہی نقد وتبصرہ، ص:۱۱۴،۱۱۳، مکتبہ بینات، کراچی، ۱۴۲۹ھ-۲۰۰۸ء.

(۱۵) محمد تقی عثمانی، مفتی، غیرسودی بنکاری، ص:۱۱۴، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، طبع جدید ۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء.

(۱۶) محولہ بالا.

(17) Muhammad Taqi Usmani, Mufti, An Introduction to Islamic Finance, P: 108, Maktaba Ma'ariful Qura'n, Karachi, Pakistan, August 2004.

(18) ibid, P: 152, 153.

(۱۹) رشید احمد، مفتی (م:۱۴۲۲ھ)، احسن الفتاویٰ، ص: ۱۲۰/۷، ۱۱۹، ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی، کراچی، طبعہ ششم ۱۴۲۲ھ.

(۲۰) غیرسودی بنکاری، ص:۲۳۶

(۲۱) خرید وفروخت کے معاملے میں فریقین ایجاب وقبول کے الفاظ بولے یا لکھے بغیر عمل کے ذریعے سے باہمی رضا مندی سے اگر بیع کا معاملہ کرلیں تو فقہی اعتبار سے اس بیع کو تعاطی یا معاطاۃ کہا جاتا ہے، گویا کہ تکلم یا اشارہ کے بغیر مشتری کا مبیع کو وصول کرلینا اور بائع کو ثمن ادا کردینا بیع تعاطی کہلاتا ہے۔

(۲۲) محمد تقی عثمانی، مفتی، بحوث فی قضایا فقهیة معاصرة، ص: ۵۵/۱، ۵٤، مکتبه دارالعلوم، کراچی، ۱٤۱۸ھ-۱۹۹۸ء.

(۲۳) ایضا، ص: ۵۵/۱۔

(۲۴) غیرسودی بنکاری، ص:۲۱۳۔

(۲۵) محولہ بالا۔

(۲۶) رفقاء دارالافتاء والارشاد کراچی، غیرسودی بنکاری، فقہی تصور، ضرورت اور اس کی اہمیت، الحجاز کراچی، طبع اول، ۱۴۳۰ھ، ص:۱۴۲۔

(۲۷) الھدایۃ، ۲۸۵/۲۔

(۲۸) لکھنوی، عبدالحئی، مولانا (م: ۱۳۰٤ھ)، حاشية على الهداية، ص: ۲۸٥/۲، مكتبه شركت علميه، ملتان،س-ن.

(۲۹) کوئی چیز ایک شخص سے خرید کر اسی کو واپس بیچ دینا، مرابحہ میں اس سے مراد یہ ہے کہ کلائنٹ (خریدار) اور بینک کے درمیان جس چیز پر بیع مرابحہ ہو رہی ہے وہ پہلے سے خریدار کے پاس موجود ہے، بینک اس سے یہ چیز نقد کم قیمت پر خرید کر فوراً ہی نفع پر اسی کو دوبارہ ادھار بیچ دیتا ہے، اس طرح بینک اپنا نفع کما لیتا ہے۔ بائی بیک کی یہ صورت ظاہر ہے ناجائز ہے، کیونکہ سودی قرض ہی کی ایک شکل ہے۔

(۳۰) بینک سے قرض حاصل کرنے والا اگر مقررہ وقت پر بینک کو قرض واپس نہ کر سکے تو وہ بینک سے درخواست کرتا ہے کہ قرض کی مدت میں توسیع کر دی جائے، بینک نئی شرائط اور نئی شرح سود کے ساتھ یہ درخواست منظور کرا لیتا ہے، گویا یہ نئی شرائط پر ایک نیا قرض ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆